قرآنی علم و فہم کا درجہ حکمت

(قسط ۶)

مولانا محمد تقی امینی

"احسن تقویم" میں انسانی جبلت کی تکوین ذوق طبعی (اجزائے ترکیبی کے خواص سے تیار ہوتا ہے) اور نور فطری (اللہ کی طرف سے عطا کیا جاتا ہے) دونوں کے خواص سے ہوتی ہے اور زندگی میں دونوں کے اثرات نمایاں ہوتے ہیں۔ قرآن حکیم میں ہے:

اَلَّذِیْٓ اَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ ..... الخ [1]

"اللہ جس نے ہر چیز کو جو بنائی اس نے انسان کی پیدائش کا آغاز مٹی سے کیا پھر اس کی نسل حقیر و بے قدر پانی کے ست (خلاصہ) سے چلائی پھر اس کو تکمیلی مرحلہ سے گذارا اور اس میں اپنی روح پھونکی اور تمہارے لئے کان، آنکھیں اور دل بنائے تم بہت ہی تھوڑا شکر کرتے ہو۔"

دوسری جگہ ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ ..... الخ [2]

"ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ (ست) سے پیدا کیا پھر ہم نے اس کو پانی کی بوند کی شکل دے کر ایک محفوظ جگہ میں رکھا، پھر اس کو جمے ہوئے خون کے لوتھڑے کی شکل دی، پھر اس کو گوشت کے ٹکڑے میں تبدیل کیا، پھر اس میں ہڈیاں پیدا کیں، پھر ہڈیوں کو گوشت کا جامہ پہنایا، پھر اس کو ایک دوسری ہی مخلوق بنا دیا۔ بڑا ہی بابرکت ہے اللہ بہترین پیدا کرنے والا۔"

ان آیتوں سے ذوق طبعی کی نمائندگی لفظ "طین" کرتا ہے جس سے اجزائے ترکیبی کے خواص کی طرف اشارہ ہے اور نور فطری کی نمائندگی لفظ "روح" کرتا ہے جس سے ان خصوصیات کی طرف اشارہ ہے جو انسان میں اجزائے ترکیبی کے ماسوا ہیں۔

لفظ "طین" میں تمام وہ اجزاء شامل ہیں جو زمینی مادہ سے ہیں اور جن کی آمیزش

---

[1] سورۂ سجدہ آیت ۶ تا ۹ [2] سورۂ مومنون آیت ۱۲، ۱۳، ۱۴

© rasailojaraid.com

سے جرثومۂ حیات و تخمِ حیات وجود میں آیا اور رفتہ رفتہ پیکر کی شکل اختیار کرتا ہے۔ ان اجزاء کے خواص کی طرف اشارہ سب سے پہلے فرشتوں نے ان الفاظ میں کیا تھا:

اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ [1]	کیا آپ اس کو خلیفہ بنائیں گے جو زمین میں فساد و خون ریزی کرے گا۔

ابن عربیؒ کہتے ہیں:-

هما من خواص الشهوة والغضب الضروری وجودهما فی تعلق الروح بالبدن [2]

فساد و خون ریزی قوتِ شہوت و غضب کے خواص میں سے ہیں جن کا وجود بدن کے ساتھ روح کے تعلق میں ضروری ہے۔

غالباً ان خواص کی پستی ہی کو محسوس کر کے شیطان نے آدمؑ کے سامنے جھکنے سے انکار کیا تھا کہ

خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ [3]	آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور اس (انسان) کو مٹی سے پیدا کیا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اجزاء کے خواص اور جسمی و معنوی دونوں صورت میں ان کے اثرات کا ذکر کیا ہے مثلاً آپؐ نے فرمایا:

ان اللہ خلق آدم من قبضة قبضها من جمیع الارض فجاء بنو آدم علی قدر الارض منهم الاحمر والابیض والاسود وبین ذلك والسهل والحزن والخبیث والطیب [4]	بے شک اللہ نے آدم کو مٹھی بھر مٹی سے پیدا کیا جس کو زمین کے ہر حصہ سے لیا۔ اسی لحاظ سے سرخ، سفید، سیاہ اور اس کے درمیان لوگ پیدا ہوئے اور اسی لحاظ سے نرم سخت ناقص اور عمدہ لوگ پیدا ہوئے۔

طیب اور خبیث کا استعمال جس طرح اخلاقی و شرعی امور میں ہوتا ہے اسی طرح ان چیزوں میں بھی ہوتا ہے جو مادی اعتبار سے ناقص یا عمدہ ہوتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواص کی تاریکی و پستی کو اس طرح ظاہر فرمایا

---

[1] سورہ بقرہ آیت ۳۰ [3] سورہ اعراف آیت ۱۲

[2] تفسیر ابن عربیؒ بقرہ آیت ۳۰ [4] مسند احمد و ترمذی و ابو داؤد و مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر

© rasailojaraid.com

ان اللہ تعالیٰ خلق خلقتہ — بے شک اللہ نے مخلوق کو تاریکی میں
فی ظلمۃ فالقی علیھم من نورہ[1] — پیدا کیا پھر اس پر اپنا نور ڈالا

جبلّت کی تکوین میں نہ صرف یہ کہ تمام اجزاء کے خواص کو دخل ہے بلکہ جبلّتوں کے باہمی اختلاف میں ان کے ناقص و عمدہ ہونے، کم و زیادہ ہونے قوی و ضعیف ہونے، ایک کے دوسرے پر غالب آنے، ایک کے دوسرے کے مقابلے میں مشتعل ہونے اور نہ معلوم کس کس بات کو دخل ہے۔ قاضی ثناء اللہ کہتے ہیں:

انما اختلاف شھوات النفوس علی حسب اختلاف ثوران بعض العناصر دون بعض و اختلاف طبائع الارض۔[2]

نفوس کی شہوتوں کا اختلاف زمین کی طبیعتوں کے اختلاف کی وجہ سے ہے اور [illegible] بعض عناصر کے مشتعل ہونے کے لحاظ سے ہے۔

اجزاء کے یہ خواص اور ان سے پیدا شدہ طبعی قوتیں حیوان و انسان کی جبلّت میں مشترک ہیں لیکن انسانی جبلّت کی تکوین میں ایک اور عنصر (جزء) شامل ہے جس کے نور نے طبعی قوتوں میں نوری کرن دوڑائی، ان کو بارآور بنایا اور ان میں وہ خصوصیات بھر دیں جن کی بنا پر انسان خلق آخر (دوسری مخلوق جو حیوان سے بالکل مختلف ہے) میں تبدیل ہو گیا۔

ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ[3] — پھر ہم نے اس کو دوسری مخلوق بنا دیا۔

اس خلق آخر کی تفسیر مفسّرین سے یہ منقول ہے۔

جعلناہ خلقا مباینا للخلق الاول[4] — ہم نے اس کو دوسری مخلوق بنایا جو پہلی مخلوق سے بالکل جدا ہے۔

دوسری جگہ ہے:

اودع کل عضو من اعضائہ عجائب فطرۃ و غرائب حکمۃ لا تحیط بھا وصف الواصفین[5] — اس دوسری مخلوق (انسان) کے ہر عضو میں فطرت و حکمت کے ایسے عجائب و غرائب ودیعت کئے کہ وصف بیان

---

[1] مسند احمد و ترمذی و مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر [2] الفخر الرازی تفسیر کبیر المومنون آیت ۱۴
[2] قاضی ثناء اللہ تفسیر مظہری سورہ اسراء آیت ۲۴ [5] ایضاً
[3] سورۂ مومنون آیت ۱۴

کرنے والوں کا کوئی وصف ان کا احاطہ نہیں کر سکتا۔

ایک اور جگہ ہے:

ھذا ھو الانسان ذو الخصائص	یہ ہی انسان ہے جس کی خصوصیتیں حیوان
المتمیزۃ فجنین الانسان	سے جدا ہیں انسان کا جنین اپنے جسمی
یشبہ جنین الحیوان فی	اطوار و تغیرات میں حیوان کے جنین
اطوارہ الجسدیۃ ولکن	کے مشابہ ہے، لیکن انسان کا (جنین)
جنین الانسان ینشأ	دوسری مخلوق بنکر پیدا ہوتا ہے۔
خلقا اٰخر[1]	

جن اجزاء (عناصر) سے طبعی قوتیں وجود میں آتی ہیں ان کی تعداد چار ہو، ایک کو چھ ہو یا اس سے بھی زیادہ تسلیم کر لئے جائیں یہ واقعہ ہے کہ اس اہم عنصر (جس کی وجہ سے انسان انسان کہلاتا ہے) کی دریافت کے لئے ابتدائی کوشش بھی اب تک نہ کی جا سکی لیکن علم و تحقیق کی دنیا سے کبھی مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ ماں کے پیٹ میں نشو و نما پانے والا بچہ (جنین) کے جو احوال و تغیرات قرآن حکیم نے چھٹی صدی عیسوی میں بیان کئے ہیں اور ان کے لئے جو تعبیرات (نطفہ، علقہ، مضغہ وغیرہ کی) اختیار کی ہے۔ ان تک رسائی دنیا کو اتنا طویل وقفہ گذرنے کے بعد اب ہو سکی ہے۔ کیا عجب ہے کہ مستقبل قریب یا بعید میں کسی ایسے خارجی عنصر کو تسلیم کرنے پر مجبور ہونا پڑے کہ جس کی آمیزش کے بعد جنین خلق آخر (دوسری مخلوق) میں تبدیل ہوا (جب کہ ابتداء سے حیوان و انسان کے تغیرات و تطورات میں کوئی فرق نہ تھا) اور جس کو تسلیم کئے بغیر انسانی جبلت کی بعض لاینحل گتھیاں سلجھنے کی کوئی شکل نہیں معلوم ہوتی ہے۔

قرآن حکیم نے اس خارجی عنصر کی تعبیر "روح" سے کی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ روح طبعی نہیں ہو سکتی جو حیوان و انسان میں مشترک ہوتی حتّٰی کہ جرثومۂ حیات و تخم حیات میں بھی موجود ہوتی ہے بلکہ یہ کوئی اور عنصر ہے جس کو "روحِ قدسی" کہنا مناسب ہے اور جو روح طبعی میں حلول کرنے کے بعد تمام طبعی قوتوں میں جاری و ساری ہو جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم نے اس کے جو آثار و مظاہر بیان کئے ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ

---

[1] سید محمد قطب، فی ظلال القرآن، المومنون آیت ۱۴

دوسرے عناصر کی طرح یہ کوئی معمولی عنصر نہیں ہے بلکہ ایک زبردست "نورانی توانائی" ہے جو انسانی جبلّت میں خارج سے پیوست کر دی گئی اور جس کے بعد ہی انسان ان تمام سرفرازیوں اور صلاحیتوں کا مستحق قرار پایا کہ جن کے بغیر وہ اپنے مقام و منصب کے لائق ترین ہو سکتا تھا۔ مثلاً :

ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ [1]	پھر اس کو مکمل کیا اور اس میں اپنی روح پھونکی اور تمہارے لئے کان آنکھیں اور دل بنائے تم بہت ہی تھوڑا شکر کرتے ہو۔

دوسری جگہ ہے

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ [2]	جب میں اس کو مکمل کر لوں اور اس میں اپنی روح پھونکوں تو اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑو۔

پہلی آیت میں سمع و بصر اور فؤاد ان تمام خصوصیات کی جامع تعبیر ہے جن کی بدولت ایک صاحب شخصیت ہستی وجود میں آتی ہے اور مختلف قسم کی سرفرازیوں اور صلاحیتوں کی مستحق قرار پاتی ہے۔ یہ تینوں (سمع و بصر، فواد) حیوان و انسان میں مشترک ہوتے ہیں۔ لیکن نورانی توانائی (روح) سے پہلے ان میں کوئی ایسی خصوصیت نہ تھی جو انسان کو ممتاز بنا دے ــــــ!

دوسری آیت میں فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا گیا ہے۔ جس میں تمام وہ زمینی مخلوق شامل ہے جو فرشتوں کی عملداری میں ہے۔ اسی بنا پر شیطان کے انکار کرنے پر اس کی گرفت ہوئی حالانکہ متعیّن طور پر اس کو سجدہ کا حکم مذکور نہیں ہے۔

مذکورہ آیتوں میں اللہ نے روح کو اپنی طرف منسوب کیا ہے جس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ یہ نورانی توانائی کسی اندرونی تغیّرات و تطوّرات کے حاصل جمع یا کسی میکانکی عمل ارتقاء کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ یہ مستقل حیثیت رکھنے والی خارجی شے ہے جو اندر پیوست کی گئی ہے۔ اسی طرح روح کی تعبیر "امرِ ربّ" سے کی گئی ہے۔

---

[1] سورہ سجدہ آیت ۹ [2] سورہ حجر آیت ۲۸ - ۲۹

© rasailojaraid.com

قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ[1] — آپ کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے۔

جس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ مذکورہ نورانی حقیقت مادی نہیں، بلکہ ماورائی (غیر مادی) ہے۔ شیخ محمد اعلیٰ تھانویؒ نے اس سلسلے میں یہ قول نقل کیا ہے۔

الروح الانسانی السماوی من عالم الامر لا یدخل تحت المساحۃ والمقدار والروح الحیوانی البشری من عالم الخلق ان یدخل تحت المساحۃ والمقدار[2]	روح انسانی سماوی ہے اور عالم امر سے تعلق رکھتی ہے یعنی مقدار اور پیمانہ کے تحت نہیں آتی اور روح حیوانی بشری ہے اور عالم خلق سے تعلق رکھتی ہے یعنی پیمانہ و مقدار کے تحت آتی ہے۔

روحِ قدسی، روحِ طبعی اور جسمِ انسانی تینوں کا تعلق حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اس طرح بیان کیا ہے:۔

ان البدن مطیۃ النسمۃ	بدن (جسم انسانی، روح حیوانی کی سواری ہے۔
ان ھذا الروح مطیۃ للروح الحقیقی	اور روح حیوانی روح حقیقی (قدسی) کی سواری ہے
ولھا تعلق خاص بالروح الھوائی اولا و بالبدن ثانیاً[3]	اس روح قدسی کا پہلا تعلق روحِ حیوانی سے ہوتا ہے۔ پھر اس کے ذریعہ جسمِ انسانی سے ہوتا ہے۔

روحِ قدسی (نورانی توانائی) نورِ الٰہی کے عکس سے وجود میں آتی ہے (کہ براہِ راست نور کی شعاعیں برداشت کرنے کی تاب کس میں ہے؟) اور کسی نوری مخزن میں جمع ہوجاتی ہے پھر وہاں سے اس کی شعاعوں کی فیض رسانی ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "مخزن" میں اجتماع کو مرتب فوج سے تشبیہ دی ہے۔

---

[1] سورہ اسراء آیت ۲۵ — [2] کشاف اصطلاحات الفنون

[3] شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ باب حقیقۃ الروح

© rasailojaraid.com

غالباً اس سے ان کی اقدامی کیفیت کی طرف اشارہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

الارواح جنود مجندہ[1] روحوں کی ایک مرتب فوج ہے۔

شاہ ولی اللہ نے نفس ناطقہ کی بحث عکس ہی کی بنیاد پر کی ہے کہ براہِ راست نوری کرنوں کا اقدام نامیاتی لہروں پر ناقابلِ برداشت ہوتا ہے۔

نورانی توانائی (روحِ قدسی) کی شعاعیں خصوصیتوں اور صلاحیتوں کے لحاظ سے بے شمار حصّوں میں منقسم ہیں۔ ادھر طبعی قوتیں بھی اپنے خواص و اثرات کے لحاظ سے مختلف گروپ میں تقسیم ہیں جن کے لحاظ سے دونوں کے درمیان جذب و کشش کی باہمی مناسبتیں قائم کر دی گئی ہیں۔ فیض رسانی اور فیض قبول کرنے میں جس کو جس کے ساتھ مناسبت ہوتی ہے اس کا امتزاج اس کے ساتھ کر دیا جاتا ہے۔ یعنی شعاعوں کی خصوصیتیں اور صلاحیتیں طبعی قوتوں کے انہیں خواص و اثرات میں اپنا جلوہ دکھاتی اور اپنی قوتِ کار کا اظہار کرتی ہیں جن کا ظرف متحمل ہوتا ہے اور ظرف کا پتہ ان مناسبتوں سے چلتا ہے جو دونوں کے درمیان قائم کی جاتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث میں غالباً مناسبتوں کی طرف اشارہ ہے۔

فما تعارف منها ائتلف وما (روحوں کی مرتب فوج ہے) ان
تناکر منها اختلف میں سے جو مناسبت رکھتی ہیں وہ مانوس
ہو جاتی ہیں اور جو مناسبت نہیں رکھتیں وہ مانوس نہیں ہوتی ہیں۔

محدثین نے اس حدیث سے ایک انسان کی دوسرے انسان کے ساتھ محبت و دوستی کی بنیاد روحوں کی مناسبت قرار دی ہے کہ جن روحوں میں مناسبت ہوتی ہے، انہیں میں محبت و دوستی قائم ہوتی ہے اور جن میں مناسبت نہیں ہوتی ان کے درمیان نہیں قائم ہوتی۔ یہ بھی اس حدیث کے مفہوم کا ایک پہلو ہے لیکن جس طرح یہ مناسبت دو روحوں کے درمیان ہوتی ہے، اسی طرح روح اور طبعی قوتوں کے درمیان بھی ہوتی ہے۔

مذکورہ مناسبت کو کسی درجہ میں سورج کی شعاعوں سے سمجھا جا سکتا ہے کہ ہر روشنی (جو دیکھی جا سکتی ہے) کے سات جزء ہوتے ہیں اور ساتوں (بنفشی، نیلا، آسمانی، سبز، زرد، نارنجی، سُرخ) رنگ اپنی خصوصیت و صلاحیت کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں

---

[1] بخاری و مسلم (مشکوٰۃ الفصل الاوّل باب الحب فی اللہ و من اللہ)

© rasailojaraid.com

لیکن سُرخ رنگ میں خصوصیت وصلاحیت زیادہ ہوتی ہے۔ ہری پتّی پر جب روشنی پڑتی ہے تو اس میں ہر رنگ کی ہوتی ہے۔ لیکن روشنی کا ہر جزء (رنگ) اپنی کارکردگی کے اظہار میں جذب وکشش کی اس مناسبت کو ملحوظ رکھتا ہے جو پانی ونمکیات (کاربن ڈائی آکسائڈ) کے اجزاء میں ہوتی اور جس کے ذریعہ ہر ذی روح کی غذا کا قدرتی انتظام ہے۔ اسی طرح نوری توانائی (روح) کی روشنی سب پر پڑتی ہے لیکن نوری کرنوں اور نامیاتی لہروں میں ایک مناسبت قائم کردی گئی ہے جس کے لحاظ ہی سے کرنیں لہروں کو فیض پہنچاتی اور وہ اس کو قبول کرتی ہیں۔ پھر نوری توانائی ہی کا ایک اہم حصّہ وہ معلوم ہوتا ہے جو نورِ فطرت کہلاتا ہے اور جس کی خصوصیت وصلاحیت زیادہ ہوتی اور اس میں عمومیت پائی جاتی ہے۔ چنانچہ نورِ فطرت کی کرنیں طبعی قوتوں میں کسی ایک قوت کے ساتھ محدود نہیں رہتی بلکہ تمام طبعی قوتیں اس سے مستفید ہوکر ہی اپنی مناسب نوری کرنوں سے فیض یاب ہونے کا جواز مہیا کرتی ہیں۔ یہ گویا زمین ہموار کرتا، فضا کو سازگار بناتا، مناسبت کی جانچ کرتا اور پھر دوسری کرنوں کو دعوت دیتا ہے کہ اب وہ آکر اپنا جلوہ دکھائیں اور اپنی قوتِ کار کا مظاہرہ کریں۔ بس یہیں سے مختلف لوگوں کی خصوصیتوں اور صلاحیتوں میں تفاوت ہوتا اور ہر ایک اپنے اپنے دائرہ میں کارہائے نمایاں انجام دیتا ہے۔ (باقی آئندہ)

○○○○○○○○

عَنْ عُثْمَانَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ

حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے بہترین وہ ہے جو (خود) قرآن سیکھے اور (دوسروں) کو سکھائے

© rasailojaraid.com